اسلام کا خط، ایک مسلمان کے نام

نعیم صدیقی

تمھارا خط ملا بدقسمتی سے تم پتہ لکھنا بھول گئے، مگر خیر تم جہاں کہیں بھی ہو میرا جواب تم تک ضرور پہنچے گا۔ ہے یہ بالکل جواب ہی، کورا جواب!

صاف بات یہ ہے کہ میرا کام کرنے کے لیے تم جیسے لوگ موزوں نہیں؟ تم تھوڑا سا ناقص کام کرکے وہ آخری نتیجہ حاصل کرنا چاہتے ہو اور بہت جلد حاصل کرنا چاہتے ہو، جس کا بھاؤ تاریخ کی منڈی میں مقابلے کی تمام دوسری اجناس سے زیادہ رہا ہے۔

عزیزِ من! یہ ایسے تھڑدلے لوگوں کا مشغلہ نہیں ہے، جو چار قدم گھسٹ گھسٹ کر چلیں اور پھر مطالبہ کریں کہ منزل کو حاضر ہونا چاہیے، منزل کالے کوسوں دُور سے تو چل کے آنے سے رہی۔ پس جب تمھاری مراد پوری نہیں ہوتی تو تم مجھے سزا دینے کے لیے میری مخالف تحریکوں کے سے اطوار اختیار کرلو گے۔ یہی نہیں بلکہ تم ایک جواز سے دوسرے جواز کی راہیں نکال کر ٹھیک اس نصب العین اور مسلک سے فرار کا راستہ اختیار کر رہے ہو جس سے وابستہ رہنے کا میثاق تم نے مجھ سے باندھا تھا۔ پھر اپنی فراریت کے نشے میں آکر تم ذاتی مفاد کے تمام بُت خانے آراستہ کرنے لگے ہو۔

عزیزِ من! تم تو اتنی وفا بھی نہ دکھا سکے جتنا کہ نسوانیت کے روایتی عشّاق دکھاتے رہے ہیں۔ کتنوں نے اپنی جانیں نذر کردیں، کتنوں نے تخت و تاج چھوڑ دیئے، کتنوں نے صحراؤں کی خاک چھانی، کتنوں نے ساری عمر ہجر میں گزار دی، کتنوں کو نگاہِ اوّل کے بعد تادمِ مرگ کوئی اور تجلّی تک نصیب نہ ہوئی۔ کتنوں نے ناز و نعمت کی دُنیا چھوڑ کر گریبان چاک چاک اور دامنِ تار تار کے مجذوبانہ و مجنونانہ انداز میں کوچہ گردی کرتے رہنے کو مشغلۂ حیات بنا لیا۔ مجازی دنیا کے سچے عشّاق نے کبھی کسی مقررہ مدت میں حصولِ وصال کی شرط نہیں لگائی۔ تم خدا سے لَو لگانے کا

دعویٰ کرنے والے تو اُن دُنیوی عشاق کے مقابلے میں بہت کوتاہ ظرف نکلے۔

تم کہتے ہو ہم نے بڑا کام کیا مگر کامیابی نہیں ہورہی۔ قطع نظر اس بات سے کہ تم نے جب مجھ سے پیمان باندھا تھا کہ دنیا کے حالات سخت ناساز گار ہیں۔ معاشرے کا ماحول برسوں کے انحطاط کی وجہ سے بالکل فاسد ہے۔ مخالف قوتوں کے چاروں طرف ریلے ہیں، لیکن اس کام کو مجھے اس لیے کرنا ہے کہ وہ میرے ربّ کی طرف سے میری ڈیوٹی ہے۔ میں اس ڈیوٹی کو مخالفتوں اور اذیتوں سے اور ناکامی کی چوٹوں کو پیہم سہتے ہوئے انجام دوں گا۔ چاہے ظاہری نتیجہ میری زندگی میں نکلے یا بعد کی نسل کے دَور میں، یا اس سے بعد۔ میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم نے آخر کتنا کام کیا ہے؟ ذرا کاغذ قلم لے کر نوٹ کرو کہ تم نے پچھلے ہفتے میں، یا پورے ایک مہینے میں، یا گزرے ہوئے ایک سال میں، یا اپنے پورے دورِ کار میں کس کس پہلو سے کتنا کام کیا؟ ذرا بتاؤ کہ تم نے اپنی محنت سے کتنے افراد کو میری خدمت کے لیے تیار کر کے تاریخ کی صف میں لا کھڑا کیا۔ چلو ۳۰ سال کی مدت کا حساب بتاؤ، خوب سوچ لینا۔ میرا اندازہ ہے کہ براہِ راست تمھاری کوششوں سے دعوتِ حق کی خدمت کا راستہ اختیار کرنے والوں کی تعداد دس سے زیادہ نہیں ہے۔ جلسوں اور تقریروں اور اجتماعی سرگرمیوں کو الگ رکھ کر حساب لگاؤ اور بتاؤ کہ میں نے غلط رائے تو نہیں قائم کی۔ میری رائے غلط نہیں ہوسکتی۔ میں تو تمھارے ساتھ ساتھ تمھارے دل میں موجود رہا ہوں، میں نے سب کچھ دیکھا ہے۔

قرآن وحدیث، تاریخ انبیا اور سیرتِ صحابہؓ وآئمہ اور احوالِ مجدّدین کی روشنی میں کیا تمھیں یہ معلوم نہیں کہ دعوت کا منشا ہی یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو پکارا اور جمع کیا جائے اور جب ان کی ایک مؤثر قوت جمع ہوجاتی ہے اور وہ ایمان وعملِ صالح کا حق ادا کرتی ہے تو کوئی نتیجہ رُونما ہوتا ہے۔ اگر تم اس شعور سے کام لیتے اور کسان کی سی محنت کرتے تو کم سے کم تمھاری اوسط کارگزاری سالانہ ایک سو افراد کو ساتھ ملانے کی ہوتی۔ ۳۰ سال میں تم ۳ ہزار افراد کو جمع کر چکتے اور تمھارے دوسرے پانچ سو ساتھی بھی اگر اس معیار پر کام کرتے تو اس مدت کا ماحصل ۱۵ لاکھ افراد ہوتے۔ چلو کم سہی، ۱۰ لاکھ اور کم سہی ۵ لاکھ۔

تم کہو گے قصور میرا نہیں، معاشرے کی زمین ہی بڑی سنگلاخ ہے۔ چلو یوں ہی سہی، اس

صورت میں تم چاہتے ہو کہ جس معاشرے میں نظامِ حق کے طلب گار اور اس کے لیے کوشش کرنے والے صرف دو چار افراد فی ہزار ہوں، اسے نظامِ حق کی برکتوں سے مالا مال کر دیا جائے؟ محض تمھاری دلجوئی کی خاطر؟ حق کی چاہت نہ رکھنے والے معاشرے کو اللہ تعالیٰ نے زبردستی اپنی عظیم ترین نعمت سے کبھی نہیں نوازا۔

لیکن میرے نزدیک زیادہ قصور تمھارا ہے۔ تم نے صرف اتنا کیا کہ جلسوں میں اپنی باتیں سنا دیں، یا پمفلٹوں میں لکھ کر جلدی جلدی لوگوں کو وہ پمفلٹ پہنچا دیئے۔ کیا معلوم ان میں سے کتنے پڑھتے ہیں؟ کتنے مخالفانہ نقطۂ نظر سے پڑھتے ہیں؟ کتنے اس کو سرسری نظر سے دیکھتے ہیں کہ کوئی خاص اثر نہیں لیتے؟ کتنے ہیں جو معمولی سا وقتی اثر لیتے ہیں۔ شاذ و نادر اِکّا دُکّا آدمی غور و فکر کرتا ہے اور اچھا یا گہرا اثر لیتا ہے۔ پمفلٹ وہی اثر کرتا ہے جس کے ساتھ آدمی بھی لگا ہوا ہو، اور وہ اپنے رابطے سے، اپنے کردار سے، اپنے حُسنِ تکلّم سے، اپنے جذبۂ ہمدردی سے لوگوں کے دلوں میں نفوذ کر رہا ہو۔ تم کبھی عام لوگوں کے پاس گئے؟ مسجدوں اور چوپالوں میں ان کی مجلسوں میں شریک ہوئے؟ مختلف تقاریب میں اور دوسری سماجی ضروریات کے تحت ان کے گھروں میں پہنچے؟ ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے مسائل اور دُکھوں اور دردوں اور کمزوریوں کو سمجھا؟ کیا اِن پر اپنے مسلسل مخلصانہ و خیرخواہانہ رویّے سے یہ ثابت کر دیا کہ تم ان کے لیے ایک بے لوث محبّ، ان سے تعاون کرنے والے، ان کی مصیبتوں میں ان کا ساتھ دینے والے، ان کی خیر و فلاح چاہنے والے اور ان کی زندگیوں کو بہتر بنانے کے خواہاں ہو؟ جو لوگ یہ مہم سر کرتے ہیں اُن کی زبان سے دی ہوئی دعوت بھی اثر کرتی ہے۔ ان کے پمفلٹ بھی دلوں میں جگہ بناتے ہیں۔ ان کے جلسے بھی لوگوں کو کھینچتے ہیں۔

مگر تم آہستہ آہستہ دولت سمیٹنے، معیارِ زندگی بلند کرنے اور اپنا status بنانے میں لگ گئے ہو۔ حالانکہ یہ الگ ایک مستقل مشن ہے جس میں کھوئے ہوئے ہزاروں لوگ تمھارے سامنے ہیں جن کے لیے معاشی مسابقت سے ایک لمحہ فارغ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ معیارِ زندگی کے جنون میں اب تم نے آہستہ آہستہ ان چیزوں کے لیے جواز کے بہانے ڈھونڈنے شروع کر دیئے ہیں جن کے خلاف لڑائی لڑنے کے لیے تم بڑی مضبوطی سے کھڑے ہوئے تھے۔ تم مغرب کی جس ملحدانہ تہذیب سے لڑنے اُٹھے تھے اور اس کے تیز و تند ریلوں میں مضبوطی سے کچھ دیر قدم جما کر کھڑے

رہے، بلکہ اس استقامت کی وجہ سے تم نے کچھ فتوحات بھی حاصل کیں اور تمھارے معاونوں اور محبّوں میں اضافہ بھی ہوا۔ تم دوسرے سب لوگوں کے لیے سہارا بھی بنے اور تمھاری دیکھا دیکھی کمزور لوگ بھی استقلال پسندی سیکھنے لگے۔ اب تم خود ہی مضبوط عقلی دلائل کے ساتھ اس کام کا خود آغاز کرو، مگر یہ کیا ہے کہ تم معرکے میں پسپائی اختیار کر رہے ہو؟ ایک ایک بُرائی آہستہ آہستہ تمھاری زندگی کے قلعے میں شگاف ڈال کر گھستی چلی آرہی ہے اور اس پر بھی تمھیں یہ خوش گمانی ہے کہ تم تحریک اسلامی کے مجاہد ہو اور خوب معرکہ آرائی کر رہے ہو۔

تو اے میرے مجاہد! ذرا مجھے بتاؤ تو سہی کہ تم کتنے مواقع اجتماعیت یا ادائے فرض پر پابندیٔ وقت کا حق ادا کرتے ہو؟ نظام کی اطاعت میں تمھارا معیار کیا ہے؟ اپنا ذاتی احتساب بھی کرتے ہو؟ کتنی نمازیں تم مسجد میں ادا کرتے ہو اور پھر کتنی نمازیں پورے آداب و شرائط کے ساتھ دل لگا کر قائم کرتے ہو؟ تمھارا تعلق قرآن و حدیث سے کتنا ہے؟ تم اپنے علم میں کس رفتار سے اضافہ کر رہے ہو؟ تم نے اپنے گھر والوں یا قرابت داروں کو دین کی طرف دعوت دینے کے لیے کتنا کام کیا ہے اور اس کا ماحصل کیا ہے؟ تمھارے دل میں اپنے کتنے رفقا کے لیے غلّ اور سوئے ظن موجود ہے؟ تم غیبت کے کھاتے میں ہر روز کتنا سرمایہ ڈیپازٹ کراتے ہو؟ تمھارے دُنیوی مفاد کی وجہ سے کن کن لوگوں کے ساتھ کیا کیا جھگڑے ہو چکے ہیں؟

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو کہ افراد اور کاروبار کی طرح تحریکوں اور جماعتوں کی بھی ایک ساکھ ہوتی ہے جو برسوں کی محنت سے بنتی ہے۔ تمھارے کام کی ساکھ بھی کئی سال میں صدہا افراد کی محنتوں سے بنی ہے۔ اگر تم نے جمود و انحراف کی روش اختیار کر لی تو ابتداً تھوڑی سی مدت کو پچھلی ساکھ پردہ پوشی کرتی رہے گی لیکن بس اس تھوڑی سی مدت کے بعد یہ ساکھ خدانخواستہ اگر تباہ ہو گئی تو دوبارہ اسے کسی قیمت پر بحال نہ کیا جا سکے گا۔

باتیں تو اور بھی بہت سی قابلِ غور ہیں مگر فی الحقیقت اتنی ہی بہت ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ غلبۂ دین کی راہ میں اس وقت تم ہی بہت بڑی رکاوٹ ہو۔ تم نے اپنے احیائے نظامِ اسلامی کے جھنڈے اُٹھا کر یہ بھاری ذمہ داری تو لے لی، مگر اس کا حق ادا کرنے پر تیار نہیں ہو۔ اچھے لوگوں کے لیے تم ہی سرمایۂ اُمید بنے ہوئے ہو کہ یہ شخص اور اس کے ساتھی کام کر رہے ہیں تو

آخر کچھ نہ کچھ بات بن ہی جائے گی اور میرے نقطۂ نظر سے تمھارے ہاتھوں بات بنتی نظر نہیں آتی۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ تم لوگ اپنی جگہ خالی بھی نہیں کرتے کہ خلا کو بھرنے کے لیے آج نہیں تو کل کوئی اور قوت اُٹھے۔ تم رکاوٹ اس لیے ہو کہ تم وہ شرائط پوری نہیں کررہے ہو جو اقامتِ دین کا جہاد کرنے والوں کو پوری کرنی چاہییے۔

ایسے میں اگر اُٹھا کر تخت پر بٹھا دیا جائے تو تمھارا کمزور کردار اسلام کے لیے سخت بدنامی کا باعث بن جائے گا اور پھر مدتوں تک اسلامی نظام اور اسلامی حکومت کا نام لینا کسی کے لیے ممکن نہ رہے گا۔

پس میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم میرا دروازہ چھوڑ دو اور کسی اور طرف کا رُخ کرو۔ مجھے ایسے مجاہدوں کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا کام کرنے کے لیے نئی نئی طاقتیں نمودار ہوتی رہیں گی۔ میں تمھارا یا کسی اور کا محتاج نہیں بلکہ تم اور ساری انسانیت میری محتاج ہے۔

آج سے فیصلہ یہ ہے کہ تم نے میرے ہاتھ پر بیعت کر کے جو قلادہ گلے میں ڈالا تھا وہ فوراً الگ کر دیا جانا چاہیے۔ تم اور تمھارے جیسے لوگ اگر الگ ہو جائیں تو میرے مخلص خادموں کی جو تعداد باقی رہ جائے گی، اس کے کام کی رفتار کئی گنا بڑھ جائے گی، اور اس کے لیے خدا کی تائید بھی زیادہ ہوگی اور اس کی سرگرمیوں میں خاص برکات دکھائی دیں گی۔

عزیزِ من! اگر تمھیں اس موقع کی بات کو سن کر دل میں کچھ بھی رنج اور ضمیر میں کچھ بھی خلش محسوس ہو تو پھر مَیں مہلت دیتا ہوں کہ اپنے متعلق نئے سرے سے فیصلہ کرلو کہ تم اپنے روزِ اوّل کے بیان کا حق ادا کرو گے، اور میرے کام کو پوری سرگرمی کے ساتھ میرے اسلوب وطریق سے انجام دیتے ہوئے، ہر دوسری چیز کو، خواہ وہ کاروبار ہو، خانگی زندگی ہو، قبیلہ داری کے معاملات ہوں ___ ثانوی حیثیت دو گے، اور اپنی تمام دوسری دُنیوی سرگرمیوں میں پیچھے رہ جانا گوارا کرلو گے۔ اگر رزقِ کفاف پر اکتفا کر کے اپنے وقت کی زیادہ سے زیادہ گھڑیاں بچا کر میرے کام میں لگا سکتے ہو تو پیمان برقرار رہ سکتا ہے۔ ورنہ اس حبلِ متین کے ٹوٹے ہوئے ریشوں کے درمیان جو چند تار سلامت رہ گئے ہیں، وہ بھی جلد ہی اَزخود ٹوٹ جائیں گے۔ مجھ سے معاملہ رکھنا ہے تو محبت کرنے والے کا سا معاملہ رکھو، جو ہمہ وقت اپنے ہی محبوب کے خیال میں غرق رہتا ہے، اور اپنا سب کچھ قربان کرتا چلا جاتا ہے اور جواب میں کوئی قیمت نہیں مانگتا۔ کہو، اس کا بل بوتا ہے؟